صغرا مہدی کے دو سفر ناموں کے مجموعوں "میخانوں کا پتہ" اور "سیر کر دنیا کی غافل" کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Two Travelogues Collections "Mekhanon Ka Pata" and "Sair Ker Dunya Ki Ghafil" of Sughra Mehdi

Dr. Ayesha Saleem
Assistant Professor, Department of Urdu, GCU, Lahore
ayesha786saleem@gmail.com
Muhammad Hassan Fareed Chishti
M. Phil Scholar, Department of Urdu, GCU, Lahore
hfareedchishti@gmail.com
Dr. Iftikhar Ahmad Sulehri
Assistant Professor, Department of Punjabi, GCU, Lahore
iftikhar_sulehri@hotmail.com

KEYWORDS

Sughra Mehdi
Imamat Fatima
Travel Writer
Feminist vision
Patriotism
Kalpana
Intlectual
Concrete Facts

DATES

Received	**01-11-2024**
Accepted	**27-11-2024**
Published	**31-12-2024**

QR CODE

ABSTRACT

Sughra Mehdi is well known personality of Urdu Mere literature. Her real name is Imamat Fatima. She was born in Bhopal, Madhya Pardesh on 8th August, 1937 and died in Delhi, India on 17th March, 2014. Sughra Mehdi had keen interest in literature from a very early age. She was also a strong advocate of Jamia's secular and liberal status .Sughra Mehdi was famous as a short story writer, novelist, researcher, critic and travel writer. She wrote many books such as "Sair Ker Dunya Ki Ghaphil", "Mekhanon Ka Pata", "Pabh Jolan", "Pathar Ka Shahzada", "Jo Wo Raja Ke Nahi", "Jo Bache Hen Sang Sameet Lo", "Akbar Ki Shairi Ka Tanqeedi Mutalia", "Dhund", "Be Khatar Kood Pare", "Adbi Mazameen" and "Akbar Ilahabadi" etc.

DOI:
http://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/111

تلخیص:

سفر نامہ اردو ادب کی ایک مقبول صنف ہے۔ یوسف خاں کمبل پوش سے مستنصر حسین تارڑ تک بیسیوں ادبا نے اس صنف میں اعلیٰ اور معیاری ادب تخلیق کیا ہے۔ جہاں اس صنف میں مرد ادبا نے قلم اٹھایا وہیں خواتین ادبا بھی پیچھے نہ رہیں۔ صغرا مہدی بھی ان میں سے ایک ہیں۔ یہ مضمون صغرا مہدی کے دو سفر ناموں کے مجموعوں "میخانوں کا پتہ" اور "سیر کر دنیا کی غافل" کے اجمالی جائزے پہ مشتمل ہے۔ اس مضمون میں صغرا مہدی کے سفر ناموں میں پائی جانے والی خوبیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کے سفر ناموں کی نمایاں خوبی مقصدیت ہے۔

"سفر" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی مسافت طے کرنا، سیاحت کے لیے نکلنا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ کے لیے جانا ہے۔ "نامہ" فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی خط، فرمان یا مجموعی سطح پر تحریر و مرقوم شدہ عبارت کے ہیں۔ اصطلاحاً "سفر نامہ" ایک ایسی صنف ہے جس میں لکھنے والا اپنے چشم دید واقعات و مشاہدات کو قارئین کے سامنے تحریری صورت میں پیش کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر خالد محمود:

> "سفر نامہ نگار دورانِ سفر یا سفر سے واپسی پر اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات اور تاثرات و احساسات کو ترتیب دے کر جو تحریر رقم کرتا ہے وہ سفر نامہ ہے۔"(1)

سفر نامہ کی روایت پر نظر دوڑائیں تو ہمیں اس کے آغاز و ارتقا کی کڑیاں ۱۸۴۷ء سے دکھائی دیتی ہیں۔ پہلے سفر نامہ نگار محمد یوسف خاں کمبل پوش ہیں جنھوں نے اپنے سفر انگلستان کے دلچسپ حالات و واقعات کو ۱۸۴۷ء میں "عجائباتِ فرنگ" کے عنوان سے پیش کیا۔ اس سفر نامے کا دوسرا نام "تاریخِ یوسفی" بھی ہے اور یہی اردو کا پہلا سفر نامہ تصور کیا جاتا ہے۔ سفر نامے کے اس ابتدائی وارتقائی تاریخ سے متعلق عطاء الرحمٰن نوری رقم طراز ہیں:

> "اردو میں سفر نامے کی روایت کا آغاز ۱۸۴۷ء میں ہوا جب محمد یوسف خاں کمبل پوش نے "عجائباتِ فرنگ" لکھی۔ اس کتاب میں سفر انگلستان کے دلچسپ حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد سر سید احمد خان نے "مسافران لندن" اور شبلی نعمانی نے "سفر نامہ مصر و روم و شام" تحریر کیا جنھیں اردو کے ابتدائی سفر ناموں کا مؤقف حاصل ہے۔"(2)

اردو سفر نامہ نگاری کی یہ وہ بنیاد تھی جس پر بعد میں آنے والے سفر نامہ نگاروں نے بہترین عمارت استوار کی۔ محمد حسین آزاد نے بھی اپنے منفرد اسلوب کے تناظر میں "سیر ایران" کے عنوان سے سفر نامہ تحریر کیا۔ بیسویں صدی میں سفر ناموں کی بات کریں تو ان میں منشی محبوب عالم کا "سفر نامہء یورپ" سر عبد القادر کا "مقامِ خلافت" قاضی عبد الغفار کا "نقشِ فرنگ" سید سلیمان ندوی کا "سیر افغانستان" احتشام حسین کا "ساحل اور سمندر" ارشاد احمد حقانی کا "اشتراکی چین" خلیل حامدی کا "ارض القرآن" اور

شورش کاشمیری کا "چار ہفتے یورپ" وغیرہ بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ محمود نظامی کے سفر نامے "نظر نامہ" نے اردو سفر نگاری میں جدید سفر ناموں کی بنیاد رکھی۔ بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے اوائل میں جو بہترین سفر نامہ نگار سامنے آئے ان میں ماہر القادری (کاروانِ حجاز)، ممتاز مفتی (لبیک)، نسیم حجازی (پاکستان سے دیارِ حرم تک) اور عبدالکریم ثمر (سفر حجاز) نمایاں ترین ہیں۔ اردو ادب کی صنفِ سفر نگاری میں جس سفر نامہ نگار نے سب سے زیادہ اپنے سفر ناموں کے ذریعے اضافہ کیا وہ مستنصر حسین تارڑ ہیں۔ ان کے تقریباً تین درجن سفر نامے ہیں۔ جن میں "نکلے تِری تلاش میں"، "اندلس میں اجنبی"، "خانہ بدوش"، "سنہری الو کا شہر"، "آسٹریلیا آوارگی"، "اور سندھ بہتا رہا"، "منھ ول کعبے شریف"، "غارِ حرا میں ایک رات" اور "لاہور سے یار قند تک" قابل ذکر ہیں۔

خواتین سفر نامہ نگاروں کی اگر بات کریں تو اس کی اولیت کا سہرا نازلی رفیعہ سلطان کے سر پہ سجا ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ یہ وہ پہلی خاتون سفر نامہ نگار ہیں جنھوں نے مردوں کے بعد اس صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے اپنا پہلا سفر نامہ ۱۹۰۸ء میں "سیر یورپ" کے عنوان سے لکھا۔ ڈاکٹر صدف فاطمہ اس ضمن میں لکھتی ہیں:

> "بیسویں صدی میں ۱۹۰۸ء میں خواتین نے بھی اس میدان میں قدم رکھا۔ نازلی رفیعہ سلطان نے "سفر یورپ" کے نام سے سفر نامہ تحریر کر کے پہلی خاتون سفر نامہ نگار ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔" (3)

اس کے بعد جو خاتون سفر نامہ نگار سامنے آئیں ان میں سربلند جنگ بہادر بیگم (دنیا عورت کی نظر میں ۱۹۱۰ء)، نواب سلطان جہاں بیگم (سیاحتِ سلطانی ۱۹۱۱ء)، بیگم ہمایوں مرزا صغریٰ (بھوپال و آگرہ و دلی ۱۹۱۸ء)، فاطمہ بیگم (سفر نامہ ءحجاز ۱۹۲۴ء) کتھرائن مس (مادرِ ہند) اور نشاط النساء بیگم حسرت موہانی (سفر نامہ ءحجاز، سفر نامہ ءعراق) بہت مشہور ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد جن خواتین سفر نامہ نگاروں نے اس صنفِ ادب کو ترقی کی جانب بڑھایا ان میں سلطانہ آصف فیضی (عروسِ نیل ۱۹۵۳ء)، بیگم تاج یٰسین علی خان (آسٹریلیا کی جھلک)، شیریں حیدر (رنگِ مغرب ہے جدا گانہ)، امیر خانم (میرا سفر)، قرۃ العین حیدر (ستمبر کا چاند، جہانِ دیگراں، کوہِ دماند)، کشور ناہید (آ جاؤ افریقہ)، کوثر جمال (چینی منگولوں کے شہر میں)، بشریٰ رحمان (ٹک ٹک دیدم ٹوکیو ۱۹۹۹ء)، بیگم اختر ریاض الدین (سات سمندر پار، دھنک پر قدم) اور صغرا مہدی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

اردو سفر نامہ نگاری میں ایک اہم نام صغرا مہدی کا ہے۔ آپ کا اصل نام امامت فاطمہ ہے جب کہ ادبی دنیا میں آپ نے صغرا مہدی کے قلمی نام سے شہرت پائی۔ انھوں نے جہاں ناول نگاری اور افسانہ نویسی میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا وہیں اردو سفر نامہ نگاری میں بھی خوب نام کمایا۔ آپ نے دنیا کے کئی ممالک اور علائق کی سیر کی۔ ان تمام اسفار کو ان کے سفر ناموں کے دو مجموعوں "میخانوں کا پتہ" اور "سیر کر دنیا کی غافل" میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ "میخانوں کا پتہ" سفری روداد کی کتاب پہلی بار ۲۰۰۵ء میں "مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی بھوپال" سے شائع ہوئی۔ "سیر کر دنیا کی غافل" سفر ناموں کا مجموعہ "نئی آواز جامعہ نگر نئی دہلی" سے ۱۹۹۴ء میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ اس سفر نامے کے مجموعے میں درج ذیل عنوانات کے تحت مختلف اسفار شامل ہیں۔

۱۔ سیر کر دنیا کی غافل: اس حصے میں صغرا مہدی کے ۱۹۸۰ء میں کیے گئے لندن کے سفر کی روداد ہے۔

۲۔ مشاہداتِ ابن بطوطی: اس حصے کے تحت لندن کے علاقے "مونٹریال" کے رسم ورواج کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ بچپن کی تلاش میں: یہ سفر نامہ مصنفہ کے آبائی علاقے بھوپال کے قصبے "باڑی" کی سیر کے متعلق ہے۔ صغرا مہدی جہاں خوب صورت گاؤں دیکھ کر محظوظ ہوتی ہیں وہیں وہ بچپن کے آثار و عمارات میں تبدیلی پا کر افسردگی کا اظہار بھی کرتی ہیں۔ زمین تو مصنفہ کو اپنی معلوم ہوتی ہے مگر آشیاں اور مکین بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔

۴۔ ذرا یہیں پڑوس میں: اس سفر نامے میں مصنفہ نے ۱۹۷۶ء میں کیے گئے پاکستان کے سفری دورے کو قلم بند کیا ہے۔ اس سفر نامے کی خاص بات مصنفہ کا جرأت مندانہ اظہارِ بیاں ہے۔ وہ شدت سے یہ قلق محسوس کرتی دکھائی دیتی ہیں کہ تقسیمِ ہند دونوں ممالک کی خیر خواہی کا باعث نہیں بلکہ دونوں کی محبتوں کے درمیان ایک حدِ فاصل یا آہنی دیوار کا باعث بنی۔

۵۔ چلتے ہو تو موریشش چلیے: یہ انوکھے ملک اور خوب صورت جزیرے، موریشش، کی سفری داستان کا مظہر ہے۔ جہاں ایک کانفرنس میں اردو کی ترویج واشاعت میں اپنے اظہارِ خیال کے لیے مصنفہ کو مدعو کیا گیا۔ یہ سفر نامہ سب سے پہلے رسالہ "جامعہ" میں شائع ہوا۔

صغرا مہدی کے سفر ناموں کا مجموعہ "سیر کر دنیا کی غافل" سفری واقعات اور غیر ملکی معلومات کے ساتھ ساتھ ناصحانہ اور واعظانہ رنگ بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ مگر ایسا درس جس پر مصنفہ نے پہلے خود عمل کر کے دکھایا اور اس عمل اور تجربے کی بنا پر قاری کو اس پیغام کی طرف متوجہ کیا جو زیادہ تر سفر نامہ نگاروں کے ہاں مفقود ہے۔ زیرِ بحث سفر نامے کا عنوان بھی قاری کو دنیا پھرنے اور مختلف مشاہدات کو دیکھنے کا درس دیتا ہے۔ ہمارے سماج میں عجیب یہ رویہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ کھانے پینے اور پہننے پر بے دریغ خرچ ہوتے ہوئے پیسے پر طنز نہیں کیا جاتا مگر جب کہیں سیر کرنے کی بات آئے تو سیاح کو "بے وقوف" کے نام سے ملقب کیا جاتا ہے۔ مصنفہ نے جب انگلستان کا سفر کیا تو انھیں بھی ایسے ہی تجربات و مشکلات سے دوچار ہونا پڑا جس کا ذکر وہ یوں کرتی ہیں:

> "زمین کی طنابیں کھینچ گئی ہیں، ہزاروں میل کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ سیاحوں کے آرام و عیش کے لیے طرح طرح کے انتظام ہیں۔ پھر بھی ہم لوگوں میں سیر و سیاحت کا شوق ختم ہوتا جا رہا ہے۔ جبھی تو ہم گورنمنٹ آف انڈیا سے ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے کا کرایہ گھر بیٹھے وصول کر لیتے ہیں۔ اس سے یا تو فریج خرید لیتے ہیں یا T.V، کپڑے بنوا لیتے ہیں یا گھر میں رنگ و روغن کر لیتے ہیں اور اسی لیے تو ہم جیسا بھولا بھٹکا انسان جب قرض لے کر سیر و سفر کا ارادہ کرتا ہے تو بے وقوف کا لقب پاتا ہے۔ جی ہاں یہ لقب ہمیں اس وقت ملا جب ہم کو سفر انگلستان کی سوجھی۔"(4)

اب آئیے دیکھتے ہیں کہ جس سفر نامے کے لیے صغرا مہدی کو اس قدر تنقید کا سامنا کرنا پڑا اس سے انھوں نے کیا سیکھا اور اپنے تجربات و بصیرت کے ذریعے مختلف ممالک کے اسفار کو کس طرح بیان کیا ہے۔

صغرا مہدی کے ان سفر ناموں کی خاص بات یہ ہے کہ آپ جس جگہ جاتی ہیں ادبی ذوق ان کے ہم قدم چلتا ہے۔ خواہ وہ ادبی محافل میں شرکت کرنے کی بات ہو یا پھر مذہبی محافل اور مجالس کی۔ لندن میں بار بار مجلسوں، نیازوں اور کونڈے کھانے کی انھیں دعوتیں ملتی ہیں جن کا انھوں نے یوں ذکر کیا ہے:

> "پندرہ رمضان یوم ولادت امام حسن علیہ السلام ہے اور اس موقع پر مدائنا بغلو کے قریب جو گانو ہے، میلاد شریف تھا اور اس میں خالہ ظہیر، علی رضا صاحب، تسنیم اور صباحت جارہے تھے۔ ہم بھی ساتھ ہو لیے۔۔۔ عمارت کے دو بڑے کمرے، ایک ہال اور نیچے تہہ خانہ بطور امام باڑہ تھا۔ جہاں مجلسیں اور میلادیں ہوتی ہیں۔"(5)

صرف مذہبی حوالے سے ان کا جھکاؤ نہیں، بلکہ ادبی حوالے سے بھی ان کا ذوق اپنے عروج پر ہے۔ لندن میں جب وہ مقیم ہوتی ہیں تو وہاں بھی ان کی جستجو ادبی محافل میں شرکت کی ہوتی ہے۔ "ذرا یہیں پڑوس میں" کے سفر نامے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب مصنفہ اپنی بڑی بہن سے پاکستان ملنے جاتی ہیں تو وہاں بھی جب اخبار کے ذریعے انھیں پتہ چلتا ہے کہ شاعروں کی ادبی بیٹھک ہونے والی ہے تو وہ حتی المقدور اس میں شرکت کی سعی کرتی ہیں اور حلقہ اربابِ ذوق کے اجلاس میں بھی شرکت کرتی ہیں۔ لندن میں اپنی ادبی سرگرمیوں کو یوں بیان کرتی ہیں:

> "دس جون کی شام ہم لوگوں نے لندن میں بسنے والے ہندوستانی اور پاکستانی ادیبوں کے ساتھ گزاری۔ کہانیاں سنیں اور سنائیں اور بہت پر لطف محفل رہی۔ کچھ شاعروں کا کلام سننے کا موقع ملا اور ہم کچھ دیر کو بھول گئے کہ یہ لندن کا اردو مرکز ہے یا غالب اکیڈمی یا ایوانِ اقبال۔"(6)

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اس سفر نامے کی سب سے بڑی خوبی اس کی ادبیت ہے۔ ڈاکٹر صغرا مہدی لندن میں بھی علمی اور ادبی محفلوں کی خواہش رکھتی ہیں۔ سیاست سے انھیں دلچسپی نہیں۔ عام عورتوں کی دلچسپیاں ان میں مفقود۔ لہٰذا ڈھونڈ ڈھانڈ کر لندن کے اردو مرکز پہنچ جائیں گی اور بات کریں گی غالب اکیڈمی اور ایوانِ غالب کی۔"(7)

اس سفر نامے میں بیگم اختر ریاض الدین کے سفر ناموں کی ایک خاص خوبی پائی جاتی ہے اور وہ ہے نسوانی بصارت و بصیرت۔ صغرا مہدی اگر ریستوران پر جاتی ہیں تو وہاں کے کھانوں کا تذکرہ باقاعدہ جزئیات میں پیش کرتی ہیں مثلاً وہاں کیا پکا تھا، سبزیاں کون سی تھیں اور ہم نے کس ڈش کا انتخاب کیا وغیرہ۔ اسی طرح جب وہ کسی گھر مدعو کی جاتی ہیں تو گھر کے فرنیچر کا احوال بھی یوں بیان کرتی ہیں:

"ہم لوگوں نے نہا دھو کر خالہ حامدہ کے ہاتھ کا پکا بہت مزے کا کھانا کھایا۔ واضح رہے کہ خالہ حامدہ پاکستانی ہیں۔ ان کا گھر بہت بڑا اور خوب صورت ہے۔ نیچے ایک بیڈ روم، ایک ڈرائنگ روم، چھوٹا سا ڈرائنگ روم اور اس سے ملحق باتھ روم اور کچن۔ سامنے چھوٹا سا کچن گارڈن۔ "(8)

مصنفہ کے اس سفر نامے کی ایک اور خاص بات مشرق و مغرب کا موازنہ کر کے اپنے ملک ہندوستان پر طنز کرنا ہے۔ عمومی طور پر لوگ اس قدر حب الوطنی اور تنگ نظری میں محبوس ہوتے ہیں کہ وہ کسی صورت میں اپنے ملک یا اس کے مکینوں کو نیچا دیکھنا پسند نہیں کرتے خواہ اس کے لیے اسے ٹھوس حقائق سے بھی کیوں نہ انحراف کرنا پڑے۔ مگر صغرا مہدی جب وہاں نظم و ضبط کسی ریستوران پر دیکھتی ہیں تو اپنے ملک سے موازنہ کرتے اپنے ہم وطنوں کی غیر منظمی کا تذکرہ کرتی ہیں۔ ڈرائیور کا مشفقانہ رویہ دیکھتی ہیں تو ہندوستان کے ڈرائیوروں کے سخت اور بے اعتنائیہ رویے کو بھی بیان کرتی ہیں۔ ذیل کے اقتباس میں لندن کے بوڑھے لوگوں کی زندگی اور ہندوستانی بوڑھوں کی زندگی میں فرق واضح کرتی ہیں:

"انگلستان میں ہمیں سیر کرنے والوں میں نوجوانوں سے زیادہ بوڑھے لوگ نظر آئے۔ نیلے اور سرخ رنگ کی جرسی اور سلیکس پہنے آئس کریم اور چاکلیٹ کھاتی بوڑھی خواتین مجھے بہت اچھی لگیں اور اپنے ملک کے بوڑھے لوگوں کا خیال آیا۔ خاص طور سے خواتین کا جو ایک خاص عمر کو پہنچ کر اپنے پر زندگی کی ہر خوشی حرام کر لیتی ہیں اور تھوڑی بہت دلچسپی زندگی سے لیتی ہیں تو نوجوانوں کے ہنسی مذاق کا نشانہ بنتی ہیں۔ "(9)

"مشاہداتِ ابن بطوطی" سفر نامہ کی بات کریں تو یہ بہت ہی دلچسپ اور مزاح سے بھرپور دکھائی دیتا ہے۔ مصنفہ مزاح سے قاری کو لطف اندوز کرنے کے لیے اپنی ذات سے بھی گریز نہیں کرتی۔ جیسے روانگی کے وقت ایک بچہ ان سے کہتا ہے کہ جہاز کریش بھی ہو سکتے ہیں تو وقتی طور پر تو وہ ہنس کر بچے کی بات کو ٹال دیتی ہیں مگر سارے سفر میں جو خیالات مصنفہ کے ذہن میں جنم لیتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مثال کے طور پر جہاز اڑتے وقت آخری سفر کا تصور باندھنا، مزار اور جنازہ کا لاپتہ ہونا اور ادبی حلقے میں ان کی غیر موجودگی کی بنا پر کہرام سا مچ جانا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جنھیں پڑھ کر قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ بالخصوص سردار جی سے دورانِ سفر ہونے والا مکالمہ جس میں صغرا مہدی ان سے لڑتی جھگڑتی ہوئی خیر خواہی کے مشورے دیتی ہے۔ اس سفر نامے کے متعلق صدف فاطمہ یوں رقم طراز ہیں:

"۔۔۔۔ مشاہداتِ ابن بطوطی ان کا ایک اور سفر نامہ ہے۔ یہ ان کا پیرس، لندن اور امریکہ کا سفر نامہ ہے جس میں انھوں نے مزاح سے کام لیا ہے۔ "(10)

سیاسی حوالے سے بھی مصنفہ نے اپنے مشاہدات کو اس سفر نامے میں منعکس کیا ہے۔ جب آپ انگلستان گئیں تو اس وقت الیکشن ہونے والے تھے اور مائیکل فٹ اور مارگیٹ تھیچر کا مقابلہ تھا۔ ہمارے ہاں تو الیکشن کے ایام میں گھما گھمی اپنی حد عبور کرتے ہوئے طوفانِ بدتمیزی کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ مخالفین کے پوسٹرز پھاڑے جاتے ہیں اور ان کے خلاف نعرے بازی ہوتی ہے۔

اکثر اوقات پولنگ اسٹیشن میدانِ جنگ بھی بن جاتے ہیں۔ مگر صغرا مہدی لندن کی جس سیاسی کیفیت کو بیان کرتی ہیں اس سے ہمیں سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ الیکشن ہونے والا تھا مگر شہر لندن پر سکون تھا اور اِکا دُکا پوسٹرز بھی نظر آئے۔ جس دن ووٹنگ ہوئی اس دن تو بہت ہی سکون تھا۔ جہاں پولنگ اسٹیشن تھے وہاں لوگ خاموش اور مؤدب کیو میں کھڑے تھے۔ نہ شور تھا نہ شغب، نہ دھکا تھا نہ مکی۔

لندن کے علاقے مونٹریال کے رسم ورواج کو زیرِ بحث سفر نامے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے ہم اپنی تنگ نظری کو رفع کر سکتے ہیں۔ اسلام اور آئینِ پاکستان میں یہ بات موجود ہے کہ اقلیت اپنے اپنے مذہب اور ثقافتی و تمدنی رسومات کو منا سکتے ہیں۔ مگر دیوالی، رنگولی اور کرسمس کے مواقع پر اقلیت کو پھر مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ وہ مسلم ریاست میں کس طرح منائیں؟ حالاں کہ اگر یہ مثبت سوچ رکھی جائے کہ ہم ان کے لیے مذہبی آزادی دے رہے ہیں تو ممکن ہے مختلف ممالک میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم موقوف ہو جائیں۔ مگر ہم اپنا حق حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق بھی حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ہمیں اپنے حقوق سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ ذیل کے اقتباس میں مذہبی آزادی ملاحظہ ہو:

> "مونٹریال میں اردو کا بہت چرچا ہے۔ اکثر مشاعرے ہوتے ہیں اور افسانوں کی شامیں بھی منتی ہیں۔ ساؤتھ ایشین کمیونٹی سنٹر میں ہونے والی دیوالی، عید، بقر عید دھوم سے منتی ہیں۔ ہندو خواتین کرواچوتھ کا برت رکھتی ہیں۔ میلاد کی محفلیں ہوتی اور مجلسیں بھی بپا ہوتی ہیں۔" (11)

صغرا مہدی نے اس سفر نامے کو معلومات کا ذخیرہ بھی بنایا ہے۔ اگر نیویارک کا ذکر کرتی ہیں تو وہاں کی مشہور عمارتیں، فیکٹریاں اور کارخانوں کے متعلق بھی بتاتی ہیں۔ اگر واشنگٹن کا ذکر کیا تو اس کی قدیم عمارات جیفرسن کا مقبرہ، کیپٹول، لنکن، مانومنیٹ شہر اور کینڈی کی یادگار لبرٹی۔ مانومنیٹ کے بارے میں ساری معلومات مہیا کی۔ شیکسپئر کی جائے پیدائش دیکھنے کا ارادہ ہوا تو اس کی کوٹیج، عمارتی لکڑی، کتابوں کا مکان وغیرہ بھی کا جزئیات میں ذکر کیا ہے۔ بقول صائمہ اختر:

> "سیر کر دنیا کی غافل، انتہائی دلچسپ، معلوماتی اور تجسس سے بھرپور ہے۔ یہ سفر نامہ اپنے اندر انفرادیت لیے ہوئے ہے۔" (12)

"سفر نامہ بچپن کی تلاش میں" مصنفہ کے آبائی علاقے بھوپال (باڑی) کے متعلق ہے۔ مصنفہ میں اپنے بچپن کے دور کی طلب شدت سے انگڑائی لیتی ہے جو انھیں وہ علاقہ دیکھنے اور وہاں کے رسوم ورواج کو بیان کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ بھوپال کے رسم و رواج کے متعلق وہ معلومات فراہم کرتی ہیں کہ نکاح مسجدوں میں ہوتے ہیں۔ براتیوں اور مہمانوں کی خاطر تواضع صرف پان اور ہار سے ہوتی ہے جب کہ بعد از نکاح مٹھائی یا چھوہارے بٹتے ہیں۔ ہندوستان کی یہ رسومات کچھ قدر پاکستان سے مختلف ہیں۔ بھوپال میں آکر صغرا مہدی کی مراجعت دورِ بچپن میں ہوتی ہے اور پرانے خیالات ان کی یادداشت کا حصہ بننے لگتے ہیں۔ انھیں اچانک اس دور کا وہ واقعہ یاد آجاتا ہے جس سے انسانیت کی خوشبو کی بجائے نفرت اور تفرقہ بازی کی بدبو اتنا عرصہ بیت جانے کے بعد بھی آرہی ہوتی

ہے۔ وہ نکیلے مگر شائستہ جملے کے ذریعے عصرِ حاضر کے تعلیم یافتہ اور نام نہاد قسم کے روشن خیال معاشرے پر بھرپور طنز کرتی ہیں۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> "مجھے اب سے چھے سال پہلے کا واقعہ یاد آگیا، جب لکھنؤ کے ایک سُنّی خاندان میں ہمارے خاندان کے ایک لڑکے کا پیام اس لیے رڈ کر دیا گیا تھا کہ اس کا تعلق شیعہ خاندان سے ہے مگر اب تو ہم زیادہ تعلیم یافتہ، زیادہ روشن ہوگئے ہیں۔"(13)

سفر نامہ "ذرا یہیں پڑوس میں" صغرا مہدی کی پاکستان سے محبت عیاں ہوتی ہے۔ وہ جب اپنی بہن کی عیادت کے لیے پاکستان پہنچتی ہیں تو وہاں یہ نہیں سوچتیں کہ میں ہندوستانی ہوں اور پاکستانی حلقوں میں جانا میری تذلیل ہے بلکہ وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حلقہ اربابِ ذوق کے اجلاس میں بطور سامعین شرکت کرتی ہیں جو ادب دوستی کی ایک عمدہ مثال ہے۔ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ:

> "اس سفرنامے میں بھی ڈاکٹر صاحبہ کی یہی کوشش رہی ہے کہ پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں کی خیر خبر اردو دنیا تک پہنچا سکیں۔"(14)

اس مجموعے کا آخری سفر نامہ "چلتے ہو تو موریش چلیے" کے عنوان سے ہے۔ موریش ایک خوب صورت جزیرہ نما ملک ہے۔ اس سفر نامے کی خاص بات اردو زبان کی ترویج واشاعت کی کوششوں کو سراہنا ہے۔ مصنفہ بیان کرتی ہیں کہ وہاں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جو تین روز تک جاری رہی۔ سعودیہ، افریقہ اور موریش سے مدعو کیے گئے مقررین نے تینوں ممالک میں اردو زبان کی ترقی اور ترویج کے حوالے سے روشنی ڈالی۔ یوں سفر نامہ "سیر کر دنیا کی غافل" میں ادب کی خدمت کی ہر ممکن کوشش کو بیان کیا گیا ہے۔

اسلوب نگارش کی بات کریں تو صغرا مہدی نے جابجا تشبیہات و استعارات، تلمیحات اور تحریف نگاری کا التزام کیا ہے۔ کہیں محاورہ بندی ہے تو کہیں صنائع بدائع کا استعمال۔ مگر اس قدر کہ قاری آسانی سے سمجھ سکے۔ صغرا مہدی دوسرے سفر نامہ نگاروں کی طرح اپنی فتوحات کے جھوٹے قصے سنا کر قاری کو خواہ مخواہ مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کرتیں بلکہ ان کے سفر ناموں میں معصومیت، شگفتگی اور تخلیقی بے ساختہ پن کی خاص خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مختصر یہ کہ صغرا مہدی کے دونوں سفر نامے مبالغہ آرائی، بے لطف و بے وجہ تصنع اور تکلفات سے مبرا ہیں۔

صغرا مہدی کے سفر ناموں کا دوسرا مجموعہ "میخانوں کا پتہ" ۲۰۰۵ء میں اردو اکادمی بھوپال سے شائع ہوا۔ زیرِ نظر مجموعے میں لفظ "میخانہ" استعاراتی انداز میں آستانہ یا درگاہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اس مجموعے میں درج ذیل پانچ اسفار کی روداد مصنفہ نے رقم کی ہے۔

ا۔ میخانوں کا پتہ: اس حصے میں صغرا مہدی نے مکہ و مدینہ، عراق و ایران اور شام کے ممالک کی سفری کیفیات کو قلم بند کیا ہے کہ کیسے ان کی ان مقدس مقامات پہ حاضری ہوئی

۲۔ سات دن کیکو کے ساتھ: "کیکو" ایک جاپانی لڑکی تھی جو صغرا مہدی کے پاس اردو زبان سیکھنے جاپان سے ہندوستان آئی اور پھر اس لڑکی نے مصنفہ کو اپنے ملک جاپان بلایا۔ یہ اسی جاپانی سفر کا بیانیہ ہے۔

۳۔ سمندر رسمندر۔ سمندر اور ٹک ٹک: مجموعے کے اس حصے میں بینکاک، بالی اور پھکیت کے اسفار کا شمول کیا گیا ہے۔

۴۔ ایک بار پھر امریکہ: یہ امریکہ میں مصنفہ کے دوسرے سفر کی تحریری صورت ہے۔

۵۔ ٹھیس نہ لگے آبگینوں کو: اس سفر نامے میں "لندن" اور "برسی لونا" (اسپین) کی سفری داستان موجود ہے۔

زیرِ بحث سفر نامہ ۱۹۷۷ء سے ۲۰۰۱ء کے دوران مختلف ممالک کے کیے گئے اسفار کی روداد ہے جس کی وجہ سے صغرا مہدی نے اپنے اس مجموعے میں کئی فکری وفنی پہلو سمو دیے ہیں۔ ابتدا میں وہ مکہ، مدینہ، عراق، ایران اور شام کے ممالک میں مختلف مقامات کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے ان مناظر کی تصویر کشی کرتی ہیں جب کہ اسی مجموعے میں موجود دوسرے سفر ناموں میں وہ جاپان، بینکاک، سنگاپور اور امریکہ کے ممالک کی تہذیب و ثقافت کا مشاہدہ کرتے ہوئے قاری کے لیے تفریح کے ساتھ واقفیتِ عامہ کا سامان پیدا کرتی ہیں۔ آیئے اب ان سفر ناموں کا جائزہ لیتے ہیں۔

مصنفہ کے اس مجموعے کا پہلا حصہ "میخانوں کا پتہ" مشرقی لوگوں کے عقائد اور مذہب سے جڑی چند روایات کا پتہ دیتا ہے۔ صغرا مہدی کا جب عمرہ کرنے کا ارادہ بنتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ اصل بات بلاوے کی ہے۔ اگر ہمیں درِ رسول ﷺ سے بلاوا آگیا تو ہم ضرور جائیں گے۔ یہ وہ عقیدہ کی پختگی ہے جو مشرقی لوگوں کے حصے میں آئی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ مشرق کی دوسری روایت کا بھی ذکر کرتی ہیں کہ جب عمرہ کی ادائیگی کے لیے کسی زائر کو جانا ہوتا ہے تو وہ اپنے سے خفا لوگوں کو پہلے مناتا اور اس کے بعد اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے۔ صغرا مہدی بھی عمرے کی ادائیگی سے قبل اس روایت کی تعمیل کرتی نظر آتی ہیں۔ ایک اور بات جس پر مشرقی لوگوں کا یقینِ محکم ہے وہ یہ کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو دس بیبیوں کی کہانی کی منّت مانی جائے تو وہ مشکل ٹل جاتی ہے۔ صغرا مہدی کے ہم سفر منظر عباس جب کھو جاتے ہیں تو وہ فوراً کہانی کی منّت مانتی ہیں اور اسی آن انھیں منظر عباس آتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ صرف صغرا مہدی ہی کے نہیں بلکہ سبھی مشرقی لوگوں کے سچے عقیدے کی عکاسی کرتا ہے۔

اس سفر نامے کی جو خاص بات ہے وہ یہ ہے کہ اس میں مصنفہ اشعار کا جابجا استعمال کرتی نظر آتی ہیں جو نہ صرف ان کے ذوقِ ایمان بلکہ ادبی ذوق اور ادبی وابستگی کی بھی نشان دہی کرتا ہے۔ جب وہ جانے لگتی ہیں تو اس وقت اپنی دلی کیفیت کو اس شعر کی صورت میں بیان کرتی ہیں:

ہاں جینے کی بہار دکھا دے کی
ہو زیارت ہمیں مدینے کی

جب روضہء رسول ﷺ کی حاضری کو بیان کرتی ہیں اس شعر کو وہ تخیل میں گھماتی ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

کعبے کی زیارت کے حوالے سے وہ یوں بیان کرتی ہیں:

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بِنا کا

جب کربلا اور امام حسین و اہل بیتِ کرام علیہم السلام سے منسوب مختلف مقامات دیکھتی ہیں تو بے ساختگی سے انھیں میر انیس کے مرثیے یاد آتے ہیں:

آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے
صبح سے جشن کا غل شام کے بازار میں ہے
آگے آگے تو ہیں سجاد جھکائے ہوئے سر
پاؤں پیڑی میں گلا طوق میں گردن میں رسن
مثلِ خورشید فلک شرم سے لرزاں ہے بدن
زمیں سے تابہ فلک شور ہے زمانے میں
سکینہ مر گئی گھٹ گھٹ کے قید خانے میں

اس سفرنامے میں صغرا مہدی مقام نسواں کو بھی زمانے پہ مقدم و اجاگر کرتی نظر آتی ہیں۔ جب وہ طواف کے بعد سعی کرتی ہیں تو وہ اپنے خیالات کو یوں بیان کرتی ہیں:

> ”نہایت مستعدی سے طواف بھی اپنے کمزور پیروں سے چل کر کیا اور اب سعی بھی کر رہی تھی، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی تقلید۔ یہ عورتوں کے لیے کس قدر فخر کی بات ہے کہ ان کی ایک ہم جنس کی تقلید کو خدائے تعالیٰ نے حج کا ایک حصہ بنا دیا۔ اس سے زیادہ عورت ذات کی اہمیت کیا ہو گی۔“(15)

”میخانوں کا پتہ“ نہ صرف سفرنامے کی کتاب ہے بلکہ یہ رہنمائے معتمرین اور تاریخ سے آگاہ کرنے والی کتاب بھی ہے۔ مصنفہ نے عمرے کے احوال بیان کرتے ہوئی مناسک کی ترتیب کو مدِ نظر رکھا ہے۔ گھر سے روانگی کے وقت ساتھ لیا جانے والا ضروری سامان سے لے کر احرام، طواف، سعی اور واپسی کے سبھی واقعات کو ترتیب سے بیان کیا ہے جنھیں زائر پڑھ کر آسانی سے اس سفر کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح انھوں نے تاریخ کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ جب آپ معصومین کے مزارات اور مقامِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتی ہیں تو ان مقامات کی حالیہ صورتِ حال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ماضی کی تاریخ کو بھی بیان کرتی ہیں کہ کہاں اہل بیت کرام علیہم الرضوان کا خیمہ مبارک نصب تھا۔ یزید کس جا تخت لگا کر بیٹھتا تھا وغیرہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ پاک کی زیارت کرنے کے بعد وہ واپسی پر وہ مسجد بھی قاری کے سامنے رکھتی ہیں جہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ٹھہر کر دم لیتی

تھیں جب آپ اپنے دادا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ پاک پر حاضری دے کر آتیں۔ یوں اس سفر نامے کے مجموعے کا پہلا حصہ قاری کے لیے مختلف جہات کو وا کرتا ہے۔

سفر نامہ "سات دن کیکو کے دیس میں" جاپان کے لوگوں کی مہمان نوازی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ مصنفہ مختلف قوانین کی تعمیل ہوتے جاپان میں دیکھتی ہیں تو وہ حسرت کرتی ہیں کہ کاش ایسے قوانین کا اطلاق ہندوستان میں بھی ہوتا۔ وہ مختلف چیزوں کو دیکھنے کے بعد مزاح کے ساتھ ہندوستانی قوم پر طنز کرتی نظر آتی ہیں۔ جب وہ جاپان میں اسٹابری دیکھتی ہیں تو انھیں فوراً اپنے ملک کی عوام یاد آتی ہے اور وہ یوں اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہیں:

> "خیموں کے اندر گئے تو وہاں پودوں میں لال لال اسٹابریز لگی تھیں اور سب لوگ ان کو توڑ توڑ کر کھا رہے تھے۔ کیکو نے ہمیں تکلف کرتے ہوئے دیکھا تو بولی کھائیے نا۔۔۔ ہم لوگوں نے بہت جبر کیا کہ کم ہی اسٹابری کھائیں۔ یہ خیال جو دامن گیر تھا غیر مہذب نہ سمجھے جائیں۔ اسی کے ساتھ یہ خیال بھی آ رہا تھا کہ ہم ہندوستانی اگر یوں باغ چھوڑ دیے جائیں تو پورا باغ جھاڑ جھوڑ کر رکھ دیں۔"(16)

سفر نامہ "ایک بار پھر امریکہ" میں صغرا مہدی کا ادبی ذوق اور ادبی میلان قاری کے سامنے نکھر کر آتا ہے۔ جب سیاح حضرات سیر کرنے کے لیے مختلف ممالک کا دورہ کرتے ہیں تو ان کا مقصد ذہنی انتشار اور دباؤ سے چھٹکارا پانا اور زیادہ سے زیادہ وقت تفریح میں گزارنا ہوتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صغرا مہدی وہاں بھی مشہور ناول و افسانہ نگار رضیہ فصیح احمد اور عذرا رضا سے ملاقات کرتی ہیں اور وہاں ادبی بیٹھکوں میں شریک ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اس حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "اس سفر نامے کی سب سے بڑی خوبی ادبیت ہے۔ ڈاکٹر صغرا مہدی لندن میں بھی علمی اور ادبی محفلوں کی خواہش رکھتی ہیں۔ سیاست سے انھیں دلچسپی نہیں، عام عورتوں کی دلچسپیاں ان میں مفقود۔ لہٰذا ڈھونڈ ڈھانڈ کر لندن کے اردو مرکز پہنچ جائیں گی اور بات کریں گی غالب اکیڈمی اور ایوانِ غالب کی۔ یہی سبب ہے کہ ادباء کے حلقوں میں ان کا یہ سفر نامہ دلچسپی سے پڑھا گیا۔"(17)

اس حوالے سے سفر نامے کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> "ایک شام ہما کے ساتھ گزری، ایک دن مہر صاحب کے گھر موسیقی اور شعر و شاعری کی محفل اور کھانا ہوا۔"(18)

مصنفہ جب سنگاپور کے میوزیم کا دورہ کرتی ہیں تو وہاں کی تہذیب اور ثقافت کو انوکھے انداز میں بیان کر کے قاری کے لیے مزاح کا سامان پیدا کرتی ہیں۔ جب انھوں نے میوزیم دیکھا تو یوں وہاں کی تہذیب و ثقافت ان کے سامنے آئی:

> "ان کے ہاتھ میں ٹکٹ تھے۔ ان ٹکٹوں کو انھوں نے جین صاحب کو دیے کہ چلیے یہ میوزیم ہے۔ پاس کھڑی خاتون جو حلیے سے ٹکٹ چیکر معلوم ہو رہی تھیں ان کو جین صاحب نے ٹکٹ دیے تو منوج اور پاس کھڑے سب لوگ ہنسنے لگے۔ معلوم ہوا کہ وہ مجسمہ تھا ایک خاتون کا۔ اور جہاں ہم تھے وہ Human

Imaginary میوزیم تھا۔ جہاں مجسموں کے ذریعے تھائی لینڈ کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کو دکھایا گیا تھا۔"(19)

اس سفر نامے میں نسائی بصارت و بصیرت جابجا جھلکتی نظر آتی ہے۔ مرد سیاح عمومی طور پر سیاست، مذہب، تاریخ اور معاشرت پر زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے۔ صغرا مہدی نے اگرچہ ان موضوعات کو بھی بیان کیا مگر مردوں سے نسبتاً کم۔ اگر کسی ریستوران میں انھوں نے کھانا کھایا تو وہاں کے کھانوں کی انواع و کیفیات بھی بیان کرتی ہیں۔ شادی میں شرکت کرتی ہیں تو ڈانس، دلہا دلہن کے ملبوسات، انگوٹھی پہنائی اور سہرا بندھائی سبھی رسومات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ شادی کی ایک ایسی انوکھی رسم کا ذکر کیا ہے جو مشرق میں نہیں پائی جاتی۔ مثال ملاحظہ فرمائیں:

"دلہن کو بلایا گیا اور ساتھ میں مجمع میں سے جو غیر شادی شدہ لڑکیاں تھیں ان کو بھی بلایا گیا۔ دلہن نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے گلدستہ اچھالا۔ جس لڑکی نے اسے کیچ کر لیا اس کی شادی کے امکانات یقینی اور جلدی ہو گئے۔"(20)

صغرا مہدی نے "بالی" کی تہذیب بیان کرتے ہوئے وہاں کی زراعت اور کھیتی باڑی کا بھی ذکر کیا ہے جہاں عورتیں اور مرد سروں پر گھانس کے گٹھے رکھے مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی تھیں۔ وہاں موجود کچے مکانات قدیم تہذیب کو اجاگر کر رہے تھے۔ اسلوبیاتی حوالے سے بات کریں تو مصنفہ کے بیان میں شگفتگی، لطافت، رنگینی و جزئیات نگاری سبھی خصوصیات ملتی ہیں۔ قاری کے سامنے حال کی صورتِ حال رکھنے کے لیے وہ ماضی کی کیفیت سے اس کو آشنا کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تلمیحات کا قدم قدم پر استعمال کرتی نظر آتی ہیں۔ کئی جگہوں پر علامتی پیرائے میں بھی قاری تک بات پہنچاتی ہیں۔ فکری و فنی حوالے سے یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ کہیں جاپان کی تہذیب و ایشیائی ثقافت اور روزمرہ زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں تو کہیں امریکہ کی مہذب برق رفتاری اور مشینی زندگی کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ صغرا مہدی نے اس سفر نامے میں سفر نامے کے تمام اصول و ضوابط کی تعمیل کی ہے۔

حوالہ جات

1. خالد محمود، ڈاکٹر، بحوالہ: اردو سفر نامے میں جنس نگاری کا رجحان، ذوالفقار علی احسن، (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۰۸ء)، ۴۸۔
2. عطاء الرحمٰن نوری، اردو اصنافِ ادب، (مہاراشٹر: رحمانی پبلشرز، ۲۰۱۶ء)، ۵۵۔
3. صدف فاطمہ، ڈاکٹر، خواتین کے اردو سفر ناموں کا تحقیقی مطالعہ، (کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان ۲۰۱۱ء)، ۲۱۔

4. صغرا مہدی، سیر کر دنیا کی غافل، (نئی دہلی: نئی آواز جامعہ نگر، ۱۹۹۴ء)، ۷۔

5. ایضاً، ۶۶۔

6. ایضاً، ۵۹۔

7. مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، (لاہور: اورینٹ پبلشرز، ۲۰۱۴ء)، ۱۱۸۔

8. صغرا مہدی، سیر کر دنیا کی غافل، ۱۷۔

9. ایضاً، ۲۸۔

10. صدف فاطمہ، ڈاکٹر، خواتین کے اردو سفر ناموں کا تحقیقی مطالعہ، ۱۵۲۔

11. صغرا مہدی، سیر کر دنیا کی غافل، ۷۹۔

12. صائمہ اختر، اردو ادب میں خواتین کے سفر نامے، (لاہور: اورینٹل کالج پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۰۳ء)، ۱۸۱۔

13. صغرا مہدی، سیر کر دنیا کی غافل، ۱۳۶۔

14. مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو سفر نامے کی تاریخ، ۱۱۸۔

15. صغرا مہدی، میخانوں کا پتہ، (بھوپال: مدھیہ پردیش اردو اکادمی، ۲۰۰۵ء)، ۱۹۔

16. ایضاً، ۵۶۔

17. اردو سفر نامے کی تاریخ، ۱۱۸۔

18. صغرا مہدی، میخانوں کا پتہ، ۹۰۔

19. ایضاً، ۶۹۔

20. ایضاً، ۹۹۔

References in Roman Script

1. Khalid Mahmood, Dr., w.r.t: Urdu Safar Namy main Jinci Rujhanat, Zulfiqar Ali Ahsan, (Lahore: West Pakistan Urdu Academy, 2008), 48.
2. Attaur Rahman Noori, Urdu Asnaf-e-Adab, (Maharashtra: Rahmani Publishers, 2016), 55.
3. Sadaf Fatima, Dr., Khawateen ky Urdu Safarnamoon ka Tahqiq Mutalia, (Karachi: Anjuman Traqi-e-Urdu Pakistan, 2011), 21.
4. Sughra Mehdi, Saer kar dunya ki Ghafil, (New Delhi: Nai Awaz, Jamia Nagar, 1994), 7.

5. Ibid, 66.
6. Ibid, 59.
7. Mirza Hamid Baig, Dr., Urdu Safarnamy ki Mukhtasir Tareekh, (Lahore: Orient Publishers, 2014), 118.
8. Saghra Mehdi, Saer kar dunya ki Ghafil, 17.
9. Ibid, 28.
10. Sadaf Fatima, Dr., Khawateen ky Urdu Safarnamoon ka Tahqiq Mutalia, 152.
11. Sughra Mahdi, Saer kar dunya ki Ghafil, 79.
12. Saima Akhtar, Urdu Adab main Khawateen ky Safarnamy, (Lahore: Oriental College Punjab University, 2003), 181.
13. Sughra Mehdi, Saer kar dunya ki Ghafil, 136.
14. Mirza Hamid Baig, Dr., Urdu Safarnamy ki Mukhtasir Tareekh, 118.
15. Sughra Mehdi, May Khanoon ka Pata, (Bhopal: Madhya Pradesh Urdu Akademi, 2005), 19.
16. Ibid, 56.
17. Mirza Hamid Baig, Dr., Urdu Safarnamy ki Mukhtasir Tareekh, 118.
18. Sughra Mahdi, May Khanoon ka Pata, 90.
19. Ibid, 69.
20. Ibid, 99.